آیت ابتلائے ابراہیم علیہ السلام

آیت ابتلائے ابراہیم سورہ بقرہ کی آیت 124 کا نام ہے جس میں خداوند متعال نے حضرت ابراہیم (ع) کو منصب امامت عطا کیا ہے۔ اس آیت کے مطابق شیعیان آل رسول (ص) کا عقیدہ ہے کہ منصب امامت ایک الہی منصب ہے اور امام کو مقام عصمت کا حامل ہونا چاہئے۔

فہرست [چھپائیں]

آیت کا متن

وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ

اور وہ وقت جب ابرہیم کاان کے پروردگار نے چند باتوں کے ساتھ امتحان لیااور انہوں نے ان باتوں کو پورا کر دیاتوارشاد ہوا کہ میں تمھیں خلق خدا کاامام بناتاہوں۔انہوں نے کہااور میری اولاد میں سے ؟ارشاد ہوا کہ میری طرف کاعہد ظالموں تک نہیں پہنچے گا

آیت کا مضمون

:اس آیت میں تین باتوں نے اسلام کی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی ہے

ان " باتوں (کلمات) یا "امتحانات" سے کیا مراد ہے جن کے ذریعے خداوند متعال نے ابراہیم (ع) کو آزمایا؟

اس امامت سے کیا مقصود ہے جو خداوند متعال نے ابراہیم (ع) کی کامیابی کے بعد انہیں عطا فرمائی؟

اس ظلم سے کیا مراد ہے جو منصب امامت تک پہنچنے میں مانع اور حائل ہے؟ بالفاظ دیگر، کیا یہ آیت امام کے لئے مقام عصمت کی ضرورت پر دلالت کرتی ہے؟

کلمات سے مراد

:اس سلسلے میں مختلف آراء نقل ہوئی ہیں

ا۔امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ابراہیم (ع) کا امتحان اس خواب کے ذریعے انجام پایا جو انھوں نے دیکھا کہ اپنے بیٹے اسمعیل (ع) کو قربان کر رہے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کے مطابق، یہ ابراہیم (ع) کا اہم ترین امتحان تھا اور اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ابراہیم (ع) کا پورا امتحان اسی ایک عمل سے مختص ہے۔

:ب۔ابن عباس سے اس کی تین تفسیریں نقل ہوئی ہیں

وہ کلمات]دس خصال یا دس سنتیں ہیں؛ جن کا تعلق جسمانی طہارت سے ہے، جیسے: کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، سر میں مانگ نکالنا،[[مسواک کرنا، مونچھیں کاٹنا، ناخن کاٹنا، زیر ناف بال مونڈنا، ختنہ کرنا، بغلوں کے بال اکھاڑنا اور پانی سے رفع حاجت کے بعد پانی سے استنجا کرنا۔

وہ کلمات]شریعت کی 30 خصلتیں یا 30 احکام ہیں جو سورہ توبہ کی آیت 112، سورہ احزاب کی آیت 35 اور سورہ مؤمنون کی]
آیات 1 تا 9 میں بیان ہوئے ہیں۔

وہ کلمات]حج کے اعمال و مناسک ہیں۔]

ج۔ حسن بصری نے کہا ہے کہ "کلمات" سے مراد ستاروں، چاند اور سورج کے پجاریوں کے ساتھ ابراہیم (ع) کے مناظرے اور احتجاجات، ان کا آگ میں پھینکا جانا، آبائی وطن سے ہجرت کرنا اور اسمعیل (علیہ السلام) کو ذبح کرنا، ہے۔

د۔ ابو علی جبائی کا کہنا ہے کہ ابتلا و امتحان سے ابراہیم (ع) کو عقلی اور شرعی طاعات کے ذریعے آزمایا جانا، مراد ہے۔

ہ۔ مجاہد کا کہنا ہے: "کلمات" سے "قَالَ اِنِّي جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَاماً" اور بعد کی آیات کریمہ، مقصود ہیں۔ اس صورت میں امامت بذات خود ابراہیم (ع) کے امتحان و ابتلاء کا حصہ ہے اور یہ (امامت) وہ عطا و بخشش نہیں ہے جو سرخرو ہو کر عہدہ برآ ہونے کے بعد آپ کو دی گئی۔

[1] امین الاسلام طبرسی نے مذکورہ اقوال کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے: یہ آیت ان تمام اقوال پر صادق آسکتی ہے۔

تنقیدی جائزہ

علامہ سید محمد حسین طباطبائی کہتے ہیں کہ چونکہ "کلمات" کا اطلاق کلام معہود (آیت کریمہ) کے الفاظ پر نہیں ہوتا (اور یہ الفاظ کلمات کا
[2] مصداق نہیں ہیں) لہذا مجاہد کی رائے قابل اعتناء نہیں ہے۔

طبری نے اول الذکر کے سوا مذکورہ اقوال کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے: احتمال یہ ہے کہ کلمات سے مذکورہ تمام اقوال مقصود ہوں یا
[3] پھر بعض اقوال مقصود ہوں کیونکہ اس سلسلے میں کوئی معتبر روایت نقل نہیں ہوئی ہے۔

[4] ابن کثیر نے مجاہد کا قول کو آیت کے سیاق و تناظر کے خلاف جانا ہے اور باقی اقوال کو ممکن و محتمل قرار دیا ہے۔

قرطبیؒ" نے "ابواسحق زجاج" سے نقل کیاہے کہ لفظ "کلمات" کی تفسیر میں مختلف اقوال ناہماہنگ اور ناسازگار نہیں ہیں اور "
[5] ابراہیم (ع) کاان تمام مسائل کے ذریعے امتحان لیا گیاہے۔

اگرچہ قرآن میں "کلمات" کا مقصود بیان نہیں ہواہے تاہم آیت کے سیاق سے معلوم ہوتاہے کہ "کلمات جو بھی تھے، ابراہیم (ع) کی
[6] اہلیت اور ان کے مقام امامت پر فائز ہونے میں مؤثر تھے۔

بحث کا خلاصہ

[7] ائمۂ اہل بیت علیہم السلام کی حدیثوں کے پیش نظر خداوند متعال نے مقام امامت، مقام خُلتہ کے بعد ابراہیم (ع) کو عطا کیاہے۔

مقام خُلتہ یہ ہے کہ انسان اللہ کی محبت اور دوستی میں اس قدر غرق اور محو ہو جائے اور کسی اور چیز سے دلبستہ نہیں ہوتا [8] اور نتیجتاً رضائے الٰہی کی راہ میں کسی قسم کے ایثار و فداکاری سے دریغ نہیں کرتا۔ (ابراہیم (ع) کالقب خلیل (ع) بھی "خلت" سے ماخوذ ہے)"۔

چنانچہ کہاجاسکتاہے کہ نمرود کے ہاتھوں آگ میں پھینکے جانے، آبائی وطن سے ہجرت پر مجبور کیا جانا، اپنی ذریت اور خاندان کو عرب کی گرم اور تپتی سرزمین میں بسانے پر مجبور ہونے اور فرزند کو ذبح کرنے پر مامور ہونے جیسے امتحانات، ان "کلمات" اور "آزمائشوں" کے زمرے میں آتے ہیں جو اس آیت میں مدنظر ہیں۔

یہ نکتہ بھی واضح ہے کہ مذکورہ امتحانات وابتلائات خلیل (ع) کی نبوت اور رسالت کے دور میں ان کو پیش آئے ہیں۔

خلیل (ع) کا منصب امامت

:اس سلسلے میں بھی مختلف آراء نقل ہوئی ہیں

عالمی امامت

پہلا نظریہ

خلیل(ع) کی پیشوائی اور امامت آپ کی ذاتی خصوصیات میں محسوب ہوتی ہے۔ اہم امتحانات اور آزمائشوں کے بعد آپ کو اپنے زمانے اور بعد کے زمانوں حتی بعد کے انبیاء کی امامت و پیشوائی کا منصب عطا ہوا اور بعد کے متعدد انبیاء بھی آپ کے پیروکار ٹھہرے؛ یعنی یہ کہ تمام انبیاء خلیل(ع) کی توحیدی سنتوں کی پیروی کرتے ہیں۔[9]

اس رائے اور نظریئے کی تائید میں قرآن سے کئی شواہد لائے گئے ہیں؛ جیسا کہ رسول اللہ (ص) کے زمانے میں یہود اور نصاری' کے دعوؤں کی تردید کے لئے۔ جو کہ اپنے مذاہب و تفکرات کو ابراہیم (ع) سے منسوب کرتے تھے۔ فرمایا گیا کہ: "اِنّ اَوْلَی النّاسِ بِاِبْرَاهِیمَ لَلَّذِینَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِیُّ وَالَّذِینَ آمَنُوا وَاللهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِینَ"۔

ترجمہ: بلاشبہ تمام لوگوں میں ابراہیم سے زیادہ تعلق رکھنے والے وہ ہیں جنہوں نے قبل از اسلام ان کی پیروی کی ہے۔[10] اور ایک آیت میں خداوند متعال نے پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو وحی بھیجی کہ ابراہیم (ع) کے مکتب کی پیروی کریں۔[11] اور ایک آیت کریمہ میں خداوند متعال نے دین اسلام کو دین ابراہیم ہی قرار دیا ہے۔[12]

یہ نظریہ ناقابل قبول ہے کیونکہ:

تنقید و جائزہ

ا۔ موسی، عیسی اور پیغمبر اسلام علیہم السلام، میں سے ہر ایک، مستقل شریعت لائے ہیں اور چونکہ ہر نئی شریعت سابقہ شریعت کے لئے ناسخ کی حیثیت رکھتی ہے [اور سابقہ شریعت کو منسوخ کرتی ہے]، یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ یہ انبیاء(ع) شریعتِ ابراہیم (ع) کے تابع و پیروکار ہیں۔ چنانچہ مذکورہ آیات کریمہ کا مقصود دین ابراہیم (ع) کی روح یعنی یکتا پرستی نیز اللہ کے اوامر و نواہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا، ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے: "اِنَّ الدِّینَ عِندَ اللهِ الاِسْلاَمُ"، [13] "دین اللہ کے نزدیک اسلام [یعنی خدا کے سامنے تسلیم ہونے کا نام] ہے۔

ب۔قرآن کریم نے ابراہیم (ع) کو نوح علیہ السلام کا شیعہ قرار دیا ہے۔[14]اوراس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ابراہیم (ع)نوح(ع) کے دین وشریعت کے پیرو تھے بلکہ معنی یہ ہیں کہ ابراہیم (ع) نے بھی عقیدہ یکتاپرستی کے فروغ اور شرک وجاہلیت کے خلاف جدوجہد میں نوح (ع) کی روش اپنائی تھی؛ابراہیم (ع) کے بعد آنے والے پیغمبروں کی طرف سے آپ کی پیروی کے معنی بھی یہی ہیں۔

ج۔ابراہیم (ع) نے امامت کا منصب اپنی ذریت کے لئے بھی مانگی اور خداوند متعال نے امامت کا منصب آپ کے پاک اور معصوم فرزندوں کو عطا کیا؛جیساکہ خداوند متعال نے ابراہیم،اسحق،اور یعقوب علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: "وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ "۔(ترجمہ: اور ہم نے انہیں امام بنایا جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے ہیں اوران کی جانب وحی بھیجی نیک کاموں کے کرنے اور نماز ادا کرنے اور زکوٰۃ دینے کی اور وہ صرف ہماری عبادت کرتے تھے)۔[15]

چنانچہ منصب امامت کو ابراہیم (ع) کی خصوصیات میں نہیں گردانا جاسکتا۔

نبوت اور پیغمبری

دوسرا نظریہ

بعض علماء نے،اس آیت میں "امامت" کو نبوت اور پیغمبری سے تفسیر کیا ہے۔فخر رازی نے اس فرضیئے کی تائید کرتے ہوئے کہا ہے:

اَوّلاً،"لِلنَّاسِ إِمَاماً" سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم (ع) عام لوگوں کے امام تھے اور یہ صاحب شریعت انبیاء کی خصوصیات میں سے ہے کیونکہ دوسری صورت میں آپ سابقہ پیغمبر کے پیروکار ہوتے اور یہ وصف آپ کی امامت کے عام ہونے سے ہم آہنگ نہیں ہے۔

ثانیاً،انبیاء۔خواہ وہ صاحب شریعت ہوں خواہ صاحب شریعت نہ ہوں، منصب امامت کے مالک تھے کیونکہ ان کی اطاعت تمام لوگوں پر واجب تھی۔

= ثالثاً،اس آیت میں امامت ابراہیم (ع) پر اللہ کے احسان کے طور پر، آپ کو عطا ہوئی ہے، اور امتنانی [یا تعریفی Appriciative] ہے، اسی رو سے امامت خدا کی عظیم ترین نعمت، یعنی نبوت ہے۔ [16]

تنقیدی جائزہ

فخر رازی کے کلام میں اول الذکر دو دلیلیں ایک دوسرے سے ہم آہنگ نہیں ہیں کیونکہ پہلی دلیل میں ابراہیم (ع) کی امامت کو صاحب شریعت نبی کی نبوت قرار دیا گیا ہے اور دوسری میں اس کے مفہوم کو عام اور وسیع کر کے کہا گیا ہے کہ امامت انبیاء کی نبوت ہے خواہ وہ صاحب شریعت ہوں خواہ صاحب شریعت نہ ہوں۔

جیسا کہ تیسری دلیل بھی ان کا مدعا ثابت نہیں کرتی کیونکہ امامت کا امتنانی ہونا اس بات کا لازمہ نہیں ہے کہ امامت سے مراد نبوت ہو۔ [17]

علاوہ ازیں، بے شک ابراہیم (ع) اپنی نبوت کے دور میں بعض یا تمام، امتحانات اور آزمائشوں سے گذرے ہیں اور منصب امامت کے اہل ہوئے، تو ایسی صورت میں امامت کو کیونکر نبوت سے تفسیر کیا جا سکتا ہے، [حالانکہ آپ منصب نبوت کے مالک تھے جب امامت کے منصب پر فائز ہوئے]؟

ایک نکتہ اور، جو مذکورہ نظریئے کو رد کرتا ہے یہ ہے کہ جب ابراہیم (ع) کو منصب امامت عطا ہوا تو آپ نے اپنی اولاد کے لئے بھی اس کی درخواست کر دی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ صاحب اولاد تھے یا آپ کو صاحب اولاد ہونے کی امید واثق تھی۔ کیونکہ آپ کی درخواست اس بات سے مشروط نہ تھی کہ "اگر آپ صاحب اولاد ہوئے تو اس کو امامت کا منصب عطا کیا جائے۔

ادھر ابراہیم (ع) کافی عمر رسیدہ تھے اور آپ کی کوئی اولاد نہ تھی اور عام فطری قواعد کے مطابق صاحب اولاد ہونے سے مایوس ہو چکے تھے۔ چنانچہ جب فرشتوں نے آپ کو اولاد کی خوشخبری سنائی تو آپ نے فرمایا: "قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلَىٰ أَن مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ☆ قَالُوا بَشَّرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُن مِّنَ الْقَانِطِينَ"۔ (ترجمہ: (ابراہیم نے) کہا کیا تم مجھے اس کی خوش خبری دیتے ہو اس عالم میں کہ کبر سنی مجھ پر چھا چکی ہے تو یہ کیا خوش خبری ہے جو تم مجھے دیتے ہو ☆ انہوں نے کہا کہ ہم نے آپ کو سچائی کے ساتھ خوش خبری دی ہے تو ناامید

ہونے والوں میں سے نہ ہوں)۔[18] چنانچہ امامت کا منصب آپ کو نبوت کے آخری برسوں میں اور اولاد کی خوشخبری پانے کے [19] بعد، عطا ہوا ہے۔

بہترین نمونہ

:تیسرا نظریہ

آیت میں منصب امامت سے (ابراہیم علیہ السلام کا نمونۂ کاملہ اور ہمہ جہت اسوہ ہونا، مقصود ہے۔

اس منصب تک پہنچنے کی شرط یہ ہے کہ انسان معنوی اور روحانی کمال کے اس درجے پر فائز ہو جائے کہ حتی اس سے کہیں ترکِ سرزد نہ ہو۔ اگرچہ (ابراہیم (ع) سے پہلے یا بعد میں گذرنے والے انبیاء بھی مقام معصوم جسے ترک کرنا جائز ہے- اولی[20] بھی- تھے، لیکن قرآن کی گواہی کے مطابق بعض مواقع پر ان سے بعض اعمال سرزد ہوئے ہیں جنہیں ترک کرنا زیادہ بہتر تھا۔[21] یہ انبیاء اس بلند مرتبے کے مالک نہیں تھے جو (ابراہیم (ع) کو عطا ہوا تھا چنانچہ ان کے تمام اقوال واعمال کو تمام زمانوں میں بنی نوع انسان کے لئے نمونۂ کاملہ قرار نہیں جا سکتا؛ جبکہ (ابراہیم (ع) نہایت دشوار امتحانات سے گذرنے کے بعد ایسے رتبے پر فائز ہوئے کہ تمام [22] زمانوں کے تمام انسانوں کے لئے نمونۂ کاملہ قرار پائے۔

تنقیدی جائزہ

جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں اشارہ کیا گیا: منصب امامت ابراہیم (ع) کے اسحق اور یعقوب جیسے پاک اور معصوم فرزندوں کو عطا ہوا ہے، اور بے شک انبیائے اولوالعزم جیسے نوح، موسی اور عیسی کی معنوی منزلت اور اور ان کے وجود کی عظمت ایسے پیغمبروں سے کہیں برتر و بالاتر تھی اور یہ سب منصب امامت کے مالک تھے؛ چنانچہ صرف ابراہیم (ع) ہی کو بنی نوع انسان کے لئے نمونۂ کاملہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

سیاسی ولایت وزعامت

چوتھا نظریہ

بعض مفسرین، نے آیت کریمہ میں "امامت" کو ولایت اور سیاسی زعامت سے تفسیر کیا ہے۔

اس تفسیر کی بنیاد ہے کہ سیاسی ولایت وزعامت نبوت اور رسالت کے مناصب اور عہدوں واختیارات میں شامل نہیں ہے اور نبوت اور سیاسی زعامت کے درمیان منطق کی نسبت "عموم وخصوص من وجہ "[23]حکمفرما ہے؛یعنی بعض انبیاء نبوت کے ساتھ ساتھ سیاسی ولایت وزعامت کے منصب پر فائز تھے اور اکثر نبی تھے لیکن انہیں سیاسی زعامت کا منصب حاصل نہ تھا۔ جیسا کہ ائمہ سیاسی زعامت اور ولایت کے منصب پر فائز ہیں لیکن نبی نہیں ہیں۔

شیخ طوسی اپنی تفسیر تبیان، میں اس نظریئے کی طرف اشارہ کیا ہے۔[24]انھوں نے اسی موضوع پر اپنے تحریر کردہ ایک رسالے میں لکھا ہے:

ہیں:ایک وہ جو اپنے فعل اور قول میں دوسروں کا مقتدا ہو اور دوسرا وہ جو امت کی (Applications) امام کے دو اطلاقات تدبیر وانتظام اور اس کی سیاسی قیادت وپیشوائی کے لئے قیام کرتا ہے۔

اول الذکر اطلاق میں نبی اور امام مشترک ہیں؛ کیونکہ کوئی بھی پیغمبر ایسا نہیں ہے جس کا قول،اور فعل دوسروں کے لئے مثال، نمونہ عمل اور اسوہ نہ ہو جبکہ مؤخر الذکر اطلاق ایسا نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اللہ کی حکمت تقاضا کرے کہ ایک پیغمبر کو محض احکام الہیہ کے ابلاغ کے لئے مبعوث فرمائے اور اس کو معاشرے کی سیاسی زعامت کا مشن نہ سونپے۔

: سے الگ کرنے کے لئے ذیل کی دلیلیں پیش کی ہیں امامت بمعنی سیاسی زعامت "۔" شیخ طوسی اس کے بعد نبوت کو۔

طالوت کی حکمرانی سے متعلق آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے نبی اس وقت امامت اور فرمانروائی کے عہدیدار نہیں تھے ۔ 1 کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو لوگ ان سے نہ کہتے کہ "ہمارے لئے فرمانروا مقرر کر دیجئے"،[25] نیز اگر وہ منصب فرمانروائی کے عہدیدار ہوتے تو لوگ نہ کہتے کہ "ہم فرمانروائی کے زیادہ حقدار ہیں"[26] بلکہ کہہ دیتے کہ "آپ کو طالوت کی نسبت فرمانروائی کا زیادہ حق ہے"۔

2۔ ہارون(ع)، موسیٰ(ع) کے ساتھ منصب نبوت میں شریک [اور خود بھی نبی] تھے لیکن وہ معاشرتی امور کے انتظام کے معنوں میں منصب امامت کے عہدیدار نہ تھے کیونکہ جب موسیٰ(ع) میقات جارہے تھے تو انھوں نے انہیں (ہارون(ع) کو) اپنا جانشین قرار دیا[27] حالانکہ اگر وہ ان معنوں میں منصب امامت کے حامل ہوتے تو انہیں موسیٰ(ع) کی جانب سے تقرر و تعین کی ضرورت نہ تھی۔ 3۔ خداوند متعال نے ابراہیم(ع) کو ایسے وقت منصب امامت عطا کیا جب آپ نبوت ورسالت کے عہدیدار تھے اور جب آپ کڑی آزمائشوں سے کامیاب ہو کر عہدہ برآ ہوئے تو آپ کو مقام امامت عطا کیا[28] چنانچہ ابراہیم(ع) کی نبوت اور آپ کی امامت کے درمیان کوئی ربط وملازمہ نہ تھا۔[29] امین الإسلام طبرسی نے بھی یہ رائے اختیار کی ہے۔[30]

تنقیدی جائزہ

قرآن کریم نے بعثت [اور ارسال رسل] کے اہداف ومقاصد بیان کرتے ہوئے اختلافات میں فیصلے کرنے کو ان مقاصد میں شمار کیا ہے۔ خداوند متعال ارشاد فرماتا ہے: "فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّینَ مُبَشِّرِینَ وَمنذرِینَ وَأَنزَلَ مَعَہُمُ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ لِیَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیمَا اخْتَلَفُواْ فِیہِ"۔(ترجمہ: تو اللہ نے انبیاء کو خوشخبری دینے والا اور ڈرسنانے والا بنا کر اور ان کے ساتھ حق کی طرف بلانے والی کتاب اتاری تا کہ وہ لوگوں میں ان امور کا فیصلہ کردے جن میں وہ اختلاف کرنے لگے تھے)۔[31]

یہ صحیح ہے کہ لوگوں کے اختلافات میں حکم اور فیصلے کو کتاب سے نسبت دی گئی ہے تاہم ظاہر ہے کہ کتاب صرف قضاوت اور فیصلہ کرنے کا قانون ومعیار بیان کرتی ہے؛ اور اس کے ساتھ مصداق کے تعین کے لئے قاضی اور عدلیہ کے احکام کے نفاذ کے لئے حاکم کا ہونا ضروری ہے تاکہ نبوت اور شریعت کی غرض وغایت پوری ہوجائے؛ اور شریعت نافذ کرنے والے افراد انبیاء سے مستقل نہیں تھے اور پیغمبروں کے متوازی حیثیت نہیں رکھتے تھے، چنانچہ انبیاء امامت کے دونوں معنوں پر پورے اترتے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے: "لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَہُمُ الْکِتَابَ وَالْمِیزَانَ لِیَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ۔۔۔"۔(ترجمہ: ہم نے اپنے پیغمبر واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجے اور اتارا ان کے ساتھ قانون حیات اور توازن واعتدال کا معیار تا کہ لوگ عدالت وانصاف کو قائم رکھیں۔۔۔)۔[32]

استدلال کی جو صورتیں شیخ الطائفہ نے نبوت اور امامت کو الگ کرنے کے لئے بیان کی ہیں، ان کا مدعا ثابت نہیں کرتیں۔

طالوت کے زمانے میں بنی اسرائیل کے پیغمبر کے بارے میں کہنا چاہئے کہ : یہی کہ ،لوگوں نے پیغمبر سے درخواست کی کہ دشمنوں کے ساتھ جنگ کی غرض سے ان کے لئے ایک سپہ سالار متعین کریں،اس بات کی روشن دلیل ہے کہ وہ اپنی افواج کی قیادت اعلی کو پیغمبر کے لئے مخصوص سمجھتے تھے اور دوسری طرف سے پیغمبر نے بھی ان کی درخواست مسترد نہیں کی اور یہ نہیں کہا کہ "سپہ سالار کا تعین نبوت کی حدود اختیارات سے خارج ہے"، لیکن یہ کہ عوام نے کہا کہ "انہیں سپہ سالاری کے عہدے کا طالوت سے زیادہ حق ہے "تو اس کا سبب یہ تھا کہ وہ "ثروت "اور "شہرت "کو معیار سمجھ کر اس بارے میں استدلال کر رہے تھے۔[33] چنانچہ پیغمبر خدا نے [34] طالوت کی جسمانی قوت اور علم ودانائی کی طرف اشارہ کر کے لوگوں کی چہ میگوئیوں کو رد کر دیا۔

جو اولوالعزم]] پیغمبر تھے اور معاشرے کے سیاسی ہارون (ع)،اگرچہ منصب امامت کے عہدیدار تھے لیکن حضرت موسی (ع)۔ کی موجودگی میں ان کی امامت کا اطلاق نہیں کر سکتے تھے اور تمام معاملات حضرت موسی (ع) کی اجازت سے انجام زعیم بھی تھے۔ پاتے تھے۔

نیز اگر حضرت ابراہیم (ع) کی امامت سے مراد سیاسی زعامت ہوتی تو آپ کو اتنے دشوار امتحانات سے گذرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ سیاسی قیادت وزعامت میں معنوی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ حکمت وکیاست اور معاشرے کی قیادت کی انتظامی مہارت کا ہونا بھی ان خصوصیات کے حامل تھے بالخصوص یہ کہ وہ جو اپنے زمانوں اور معاشروں کے لائق ترین افراد تھے۔ ضروری ہے اور انبیائے الہی۔ علم وعمل میں مقام عصمت کے مالک تھے۔

ہدایت باطنی

پانچواں نظریہ

علامہ طباطبائی کی رائے کے مطابق،اس آیت میں امامت سے مراد ہدایت باطنی ہے۔ یہ ہدایت راہنمائی اور راہ دکھانے والی ہدایت کے زمرے میں نہیں آتی بلکہ اس کے معنی ایصال الی المطلوب[35] اور مقصود تک پہنچانے کے ہیں۔

اس طرح کی ہادیانہ صلاحیت وجود کے عُلُوّ[36] نیز معنوی مراتب و مدارج اور خاص معنوی مرتبت کے مرہون منت ہے جو طویل

: جدوجہد کے بعد حاصل ہوتی ہے۔انھوں نے اس نظریئے کے اثبات کے لئے آیات کریمہ سے استناد کیا ہے

: ا۔وہ آیات جن میں انبیاء کی امامت کی طرف اشارہ کرکے ان کا ہادیانہ کردار بیان کیا گیا ہے

جب انھوں وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ "۔ ترجمہ: اور ان (بنی اسرائیل) میں سے ہم نے بعض کو۔"

[37] امام قرار دیا جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر یقین کرتے تھے۔ نے صبر سے کام لیا۔

۔"وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ"

ترجمہ: اور ہم نے انہیں امام بنایا جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے ہیں اور ان کی جانب وحی بھیجی نیک کاموں کے کرنے اور نماز

[38] ادا کرنے اور زکوٰۃ دینے کی اور وہ صرف ہماری عبادت کرتے تھے۔

: ب۔وہ آیات کریمہ جن میں اللہ کے امر کو بیان کیا گیا ہے

۔"إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ☆ فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ"

ترجمہ: اس کی بات تو بس یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو چاہتا ہے، کہہ دیتا ہے ہو جا اور فوراً ہی وہ ہو جاتی ہے ☆ تو پاک ہے وہ ذات جس

[39] کے ہاتھ میں ہر چیز کا اقتدار ہے اور اسی کی طرف تم پلٹ کر جاؤ گے۔

۔"وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ"

[40]۔(ترجمہ: اور نہیں ہے ہمارا حکم مگر یہ کہ یکبارگی سے واقع ہو جاتا ہے چشم زدن (آنکھ جھپکنے) کی طرح

ج۔وہ بیان جو بیان کرتی ہیں کہ معرفت کاملہ اور خالص یقین اس بات کے مرہون ہے کہ انسان دنیا کی ظاہری صورت سے عبور

کر جائیں اور اس کی ملکوت اور باطن کا مشاہدہ کریں؛ جیسا کہ خداوند متعال نے ابراہیم (ع) کے بارے میں ارشاد فرمایا: "وَكَذَلِكَ نُرِي

۔"إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے (ابراہیم (ع)) آسمان وزمین کی ملکوت [یعنی آسمانوں اور زمین پر اللہ کی حکومت مطلقہ] دکھادی تاکہ آپ یقین والوں میں سے ہو جائیں۔[41]

نیز ارشاد فرماتاہے:

"لَتَرَوُنَّ الۡجَحِیۡمَ"۔

ترجمہ: ضرور ضرور تمہیں دوزخ کا سامنا ہو گا۔[42]

"کَلَّاۤ اِنَّ کِتٰبَ الۡاَبۡرَارِ لَفِیۡ عِلِّیِّیۡنَ ☆ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا عِلِّیُّوۡنَ ☆ کِتٰبٌ مَّرۡقُوۡمٌ ☆ یَّشۡہَدُہُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ"۔

ترجمہ: ہر گز نہیں یقینا نیکو کاروں کے اعمال کی تحریر بلند مرتبہ افراد کے دیوان میں ہے ☆ اور تم کیا جانو کہ بلند مرتبہ افراد کا دیوان کیا چیز ہے؟ ☆ وہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے ☆ جس پر مقرب فرشتوں کی گواہیاں ہیں۔[43]

ان آیات کے مجموعے سے ذیل کے تین نکات حاصل ہوتے ہیں:

امامت اور ہدایت کے درمیانہ ملازمہ ہے [یعنی امامت وہدایت دونوں لازم وملزوم ہیں] یعنی یہ کہ ہدایت امامت کا وصف خاص اور معرّف ہے[44]؛ پس امامت ہدایت کے بغیر اور ہدایت امامت کے بغیر نہیں ہے۔ مذکورہ ہدایت اللہ کے امر خاص سے انجام پاتی ہے۔

اللہ کے حکم خاص سے امامت اور ہدایت کے منصب پر پہنچنا دو راستوں سے ممکن ہے: اللہ کی راہ میں صبر [واستقامت] اور آیات الٰہی پر یقین، اور چونکہ "صبر" مطلق ہے اسی لئے اس میں اللہ کی راہ میں ہر قسم کا صبر اور دشواریوں میں تحمل، نیز اللہ کے امتحانات اور آزمائشوں میں پامردی اور استواری شامل ہے؛ یہ صبر معرفت کامل اور آیات الٰہیہ پر یقین کامل کا نتیجہ ہے۔

اللہ کا حکم یا امر الٰہی اشیاء کے ملکوتی پہلو کا نام ہے اور ہر موجود اپنے وجود کے ملکوتی اور باطنی پہلو میں اللہ تعالی سے ربط و تعلق رکھتا ہے۔ چنانچہ امام کو اصحاب یقین میں سے ہونا چاہئے یعنی وہ اس رتبے پر ہو کہ ملکوتِ عالم کا مشاہدہ کرسکے؛ اس طرح کی معرفت کی روشنی میں وہ مستعد قلبوں کے باطن کے راستے ان میں نفوذ ور سوخ کرسکتا ہے اور انہیں اللہ کی طرف ہدایت عطا کرسکتا ہے۔

چنانچہ خدا کی طرف انسانوں کا سلوک و تحرک اور کمال مطلوب تک ان کی پہنچ اندرونی اور معنوی تاثی کے ذریعے ممکن ہو جاتی ہے؛ جس طرح کہ ظاہری حیات میں بھی امام بنی نوع انسان کو سعادت اور خوشبختی کا راستہ دکھاتا ہے۔اس لحاظ سے امامت کے ادیانہ کردار کے دو پہلو ہیں 1۔ ظاہری پہلو اور 2۔ باطنی پہلو۔ [45]

ہدایت باطنی کے کئی مراتب و مدارج

اور منصب امامت کی بناپر ان جو امامت کو اسحق(ع) اور یعقوب(ع) کے لئے ثابت کرتی ہیں،۔ سورہ انبیاء کی آیا 72 و 73 [46] - دو پیغمبروں کی دوسرے پیغمبروں پر عدم برتری، اور اولوالعزم پیغمبروں کی امامت کی قطعیت کے پیش نظر، اس بات کا انکار ممکن نہیں کے مختلف مراتب اور بمعنی "ایصال الی المطلوب"۔ ہے کہ منصب امامت انبیاء الٰہی کے لئے عمومیت رکھتی ہے۔ تاہم امامت۔ درجات ہیں اور ان مراتب و درجات کی بیشی کمی کا دار مدار ہر نبی کے وجود کے مرتبے پر ہے اور وہ سب اس منصب کے حامل ہیں۔

دلالت بر عصمت امام

:آیت ابتلائے ابراہیم عصمت کی دلیل بھی ہے

فخر رازی کا استدلال

ابراہیم(ع) کی عصمت کی دلیل امام کے عنوان سے۔ فخر رازی نے اِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَاماً "میں نے تمہیں خلق خدا کا امام بنایا" کو۔ قرار دیا ہے اور کہا ہے: امام وہ ہے جس کی اقتدا کی جائے، لہذا اگر وہ کسی گناہ کا ارتکاب کرے تو اس گناہ میں اس کی پیروی واجب ہو گی، لیکن یہ باطل ہے کیونکہ کسی فعل کے معصیت و گناہ ہونے کا لازمہ حرمت ہے جبکہ دوسری طرف سے، چونکہ امام کی پیروی واجب ہے، اسی فعل کو انجام دینا واجب ہو گا، اور ایک ہی وقت میں ایک فعل کی حرام اور واجب ہونا محال اور ناممکن ہے۔ [47]

امامیہ کا استدلال

شیعہ امامیہ متکلمین اور مفسرین نے آیت کریمہ میں "لاَيَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ "، "میرا یہ عہد (عہدہ) ظالموں تک نہیں پہنچے گا"۔ سے استناد کرتے ہوئے، استدلال کیا ہے کہ: جس نے گناہ کیا وہ ظلم کا مرتکب ہوا، کیونکہ اس نے حدود الٰہی کو پامال کیا ہے وہ ظالم ہے۔

ارشادرب متعال ہے: "تِلْكَ حُدُودُ اللّهِ فَلاَ تَعْتَدُوهَا وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّهِ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ "۔(یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں سو وہی لوگ ظالم ہیں)۔[48] اور خداوند متعال کا ارشاد ہے: "لاَيَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ "۔(ترجمہ: میرا یہ عہد(عہدہ) ظالموں تک نہیں پہنچے گا)۔اور اس عہد یا عہدہ سے مراد امامت ہے؛ کیونکہ اس سے قبل خداوند متعال نے ابراہیم(ع) سے مخاطب ہو کر فرمایا: "إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَاماً"۔(ترجمہ: میں نے تمہیں خلق خدا کا امام بنایا)؛اور ابراہیم(ع) نے عرض کیا: "وَمِن ذُرِّيَّتِي"" (ترجمہ: اور میری اولاد میں سے بھی)۔اور خداوند متعال نے جواب دیا: "لاَيَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ "۔(ترجمہ: میرا یہ عہد(عہدہ) ظالموں تک نہیں پہنچے گا)۔لہذا اگر عہد سے مراد امامت نہ ہو تو خدا کا جواب ابراہیم(ع) کی درخواست سے ہم آہنگ نہ ہوگا۔[49][50]

۔(وَمِن ذُرِّيَّتِي"" (ترجمہ: اور میری اولاد میں سے بھی"

اعتراض اور جواب

کہا گیا ہے کہ ظالم وہ ہے جو اوّلاً، گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو جائے، اور ثانیاً، اپنے گناہ سے توبہ نہ کرے۔تاہم ہر وہ گنہگار جو اپنے گناہوں سے توبہ کرے اس پر "ظالم" کا عنوان صادق نہیں آتا۔[51][52][53] [54]

جواب یہ ہے کہ لاَيَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ میں "نفی" کا پہلو مطلق ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ جس شخص پر اپنی زندگی کے کسی بھی لمحے میں "ظالم" کا عنوان صادق آئے وہ منصب امامت کا لائق نہیں ہو سکتا۔اور اس اطلاق کو مشروط و مقید کرنے کے لئے دوسری دلیل کی ضرورت ہے اور ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔[55][56][57]

دوسرا جواب:

یہاں ایک قرینہ قطعیہ [58]-[59] ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں اور پھر توبہ کرتے ہیں وہ بھی عہدہ امامت کے حقدار نہیں ہو سکتے۔

ابراہیم(ع) کی اولاد کو چار گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

وہ لوگ جو زندگی کے آغاز میں ظالم تھے اور پھر توبہ کرتے ہیں اور آخر عمر پر راہ صواب وہدایت پر گامزن رہتے ہیں؛

وہ لوگ جو آغاز زندگی میں ظالم نہ تھے لیکن زندگی کے تسلسل میں ظالم ہو جاتے ہیں اور اور اس رویئے کو آخر عمر تک جاری رکھتے ہیں؛

وہ لوگ جو زندگی کے آغاز سے آخر تک ظلم کے راستے پر گامزن رہتے ہیں؛

وہ لوگ جو کبھی بھی [لفظ] ظالم کا مصداق نہیں بنتے۔

بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت میں دوسرے اور تیسرے گروہ کے لوگوں کے لئے منصب امامت کی درخواست نہیں کی ہے اور جن کے لئے آپ نے اس منصب کی درخواست کی ہے ان کا تعلق پہلے اور چوتھے گروہ سے ہے۔اور پھر آیت میں "لاَ يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ "(یعنی میرا یہ عہد (عہدہ) ظالموں تک نہیں پہنچے گا) جس سے ظاہر ہوا کہ پہلا گروہ منصب امامت سے بہرہ مند نہیں ہوگا۔ چنانچہ صرف چوتھا گروہ ہے جو عہدہ امامت سے مستفیض ہوگا؛ یعنی وہ لوگ جو کبھی بھی ایسے فعل کے مرتکب نہیں ہوئے جو [لفظ]" ظالم "کا مصداق ٹھہرنے کا سبب بنتا ہے۔[60]

پاورقی حاشئے

Jump up ↑ مجمع البیان، ج1، ص 200

Jump up ↑ تفسیر المیزان، ج1، ص 270

Jump up ↑ تفسیر جامع البیان، ج1، ص 608

Jump up ↑ تفسیر القرآن العظیم، ج1، ص 292

Jump up ↑ الجامع لأحکام القرآن، ج2، ص 95

Jump up ↑ المیزان، ج1، ص 270

Jump up ↑ البرهان فی تفسیر القرآن، ج1، ص151- 149

72 النهایۃ فی غریب الحدیث والأثر، ج2، ص ↑ Jump up

610 تفسیر طبری، ج1، ص ↑ Jump up

68۔ سورہ آل عمران آیت ↑ Jump up

سورہ نحل آیت 23: "ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ"۔(ترجمہ: پھر ہم نے آپ کو بھی پیغام دیا کہ آپ ↑ Jump up
ابراہیم کی ملت کی پیروی کیجئے)۔

سورہ حج آیت 78: "مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيداً عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاء ↑ Jump up
عَلَى النَّاسِ"۔(ترجمہ: وہ تمہارے مورث اعلیٰ ابراہیم کا دین ہے۔انہوں نے ہی تمہارا نام مسلم رکھا ہے پہلے سے اور اس میں بھی تا کہ
پیغمبر تم پر گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہ ہو)۔

19۔ سورہ آل عمران آیت ↑ Jump up

سورہ صافات آیت 83: "وَإِنَّ مِن شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ"۔(ترجمہ: اور ان ہی کے پیروکاروں میں ابراہیم(ع) ↑ Jump up
ہیں)۔

73۔ سورہ انبیاء آیت ↑ Jump up

36 مفاتیح الغیب، ج2، ص ↑ Jump up

یعنی اگر امامت امتنانی ہو تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ امامت نبوت ہی کا نام ہو۔ ↑ Jump up

55۔ سورہ حجر آیات 54و ↑ Jump up

268۔ محمد حسین طباطبائی، تفسیر المیزان، ج1، ص267- ↑ Jump up

وہ عمل جو واجب اور شرعی فریضہ نہ ہو لیکن اس کو انجام دینا زیادہ بہتر ہو تو اس کو "اولی" کہا جاتا ہے۔ مثال کے طور Jump up ↑
پر ایک سرکاری کارکن دفتری اوقات کے بعد رجوع کرنے والے افراد کا جواب نہ دے اور ان کا مسئلہ حل نہ کرے تو اس نے کوئی
واجب عمل ترک نہیں کیا لیکن اگر رجوع کرنے والے افراد کا کام قانونی اور درست ہو تو وہ شخص "ترک اولی" کا مرتکب ہوا ہے۔

سورہ طہ آیت 115: "وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا"۔ (ترجمہ: اور اس سے پہلے آدم سے ہم Jump up ↑
نے عہد و پیمان لیا تو وہ بھول گئے اور نہیں پایا ہم نے ان میں مضبوط ارادہ)۔ سورہ قصص آیات 15 و 16: "وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينِ
غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَٰذَا مِن شِيعَتِهِ وَهَٰذَا مِنْ عَدُوِّهِ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِن شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ
فَقَضَىٰ عَلَيْهِ قَالَ هَٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ"۔ (ترجمہ: اور وہ (حضرت موسی علیہ السلام) شہر میں داخل ہوئے ایسے
وقت جب وہاں کے لوگوں کو خبر نہ تھی تو وہاں دیکھا دو آدمیوں کو آپس میں لڑتے ہوئے، یہ ان کے دوستوں میں سے تھا اور یہ ان کے
دشمنوں میں سے تو اس نے جو ان کے دوستوں میں سے تھا فریاد کی ان سے، اس کے خلاف جو ان کے دشمنوں میں سے تھا، تو موسیٰ نے
اسے گھونسا مار دیا تو اس نے اس کا فیصلہ کر دیا [یعنی ہلاک کر ڈالا]، کہا یہ شیطان کی کارستانی کا نتیجہ ہے، بلاشبہ وہ کھلا ہوا گمراہ کرنے والا
دشمن ہے۔

237 منشور جاوید، ج5، ص234- Jump up ↑

منطق} عام و خاص من وجہ ایک منطقی نسبت ہے جہاں ہر کلی دوسری کلّی کے بعض افراد پر صادق آتی ہے یا } Jump up ↑
یوں کہئے کہ بعض افراد میں دونوں شریک ہیں لیکن دونوں کے کچھ اپنے مخصوص افراد ہیں جہاں دوسری کلی کا گذر نہیں ہر ایک کی اپنی
الگ الگ قلمرو بھی ہے اس صورت میں ان دونوں کلّیوں کے درمیان پائی جانے والی نسبت عموم و خصوص من وجہ "ہو گی اور ان
کلّیوں کو "عام و خاص من وجہ" کہیں گے؛ جیسے بعض انسان سفید (گورے) ہیں اور بعض سفید موجودات انسان ہیں (گورے افراد)
لیکن بعض انسان سفید نہیں ہیں (کالے اور زرد افراد) اور بعض سفید چیزیں انسان نہیں ہیں جیسے (برف جو سفید ہے لیکن انسان نہیں
۔" ہے)۔ استاد شہید مطہری، کتاب: اسلامی علوم کا تعارف، باب "نسب اربعہ

449 التبیان فی تفسیر القرآن، ج1، ص Jump up ↑ ۔

Jump up ↑ سورہ بقرہ آیت 246: "قَالُوا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا"۔(ترجمہ: انہوں نے اپنے ایک نبی سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے)۔

Jump up ↑ سورہ بقرہ آیت 247: "وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ"۔(ترجمہ: اور ان سے ان کے پیغمبر نے کہا کہ اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے، انہوں نے کہا اس کے لئے ہم پر بادشاہت کا حق کہاں سے ہو سکتا ہے، ہم اس سے زیادہ بادشاہت کے حق دار ہیں)۔

Jump up ↑ سورہ اعراف آیت 142: وَقَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ"۔(ترجمہ: اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا تھا کہ تم میری قوم میں میری جانشینی کرو اور ٹھیک کام کرنا اور خرابی کرنے والوں کے طریق کار کی پیروی نہ کرنا)۔

Jump up ↑ سورہ بقرہ آیت 124۔

Jump up ↑ 111- الرسائل العشر، ص 113

Jump up ↑ مجمع البیان، ج 1، 201

Jump up ↑ سورہ بقرہ آیت 213۔

Jump up ↑ سورہ حدید آیت 25۔

Jump up ↑ سورہ بقرہ آیت 147: "قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ۔۔۔"۔ (ترجمہ: تو کہنے لگے کہ اسے ہم پر حکمرانی کہاں سے مل گئی حالانکہ ہم اس سے حکومت (کرنے) کے زیادہ حق دار ہیں اسے مال و دولت میں کچھ وسعت تو ملی ہی نہیں ہے)۔

Jump up ↑ سورہ بقرہ آیت 147: "قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ"۔(ترجمہ: اللہ نے اسے تم پر ترجیح دی ہے اور اسے علم اور جسمانی طاقت میں زیادتی عطا کی ہے اور اللہ اپنی بادشاہت جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے)۔

ہدایت کی دو قسمیں ہیں: "ارائۃ الطریق "یعنی راستہ دکھانااور راہنمائی کرنااور "ایصال الی المطلوب "یعنی منزل ↑ Jump up
مقصود تک پہنچانا۔

عُلُوّ: بلند اور اعلی ہونا، اونچائی اور عروج۔ ↑ Jump up

۔24 سورہ سجدہ آیت ↑ Jump up

73: سجدہ:24؛ انبیا ↑ Jump up

۔83 سورہ یس آیات 82و ↑ Jump up

۔50 سورہ قمر آیت ↑ Jump up

۔75 سورہ انعام آیت ↑ Jump up

۔6 سورہ تکاثر آیت ↑ Jump up

۔21 سورہ مطففین آیات 18تا ↑ Jump up

پر محمول ہو، تاکہ اس شئے کے تصور کا فائدہ کا معَرّف وہ مفہوم ہوتا ہے جو اس شی ئے منطق { کسی شی ئے { ↑ Jump up
اور حیوانِ ناطق معَرّف ہے۔ اس دے؛ مثلا "حیوانِ ناطق"، "انسان" کے لئے، معَرّف ہے۔ اس مثال میں انسان معَرّف یا شی ئے
معرِف یعنی حیوان ناطق کو انسان پر اس لئے محمول کیا گیا تاکہ انسان کی حقیقت معلوم ہو جائے۔

273 المیزان، ج1، ص272- ↑ Jump up

سورہ انبیاء آیات 72و73: "وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ ☆ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا ↑ Jump up
وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ "۔(ترجمہ: اور ہم نے انہیں اسحاق کی سی اولاد عطا کی اور مزید

برآں یعقوب، اوران سب کو نیکو کار بنایا☆اور ہم نے انہیں امام بنایا جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے ہیں اوران کی جانب وحی بھیجی نیک کاموں کے کرنے اور نماز ادا کرنے اور زکٰوۃ دینے کی اور وہ صرف ہماری عبادت کرتے تھے)۔

Jump up ↑ مفاتیح الغیب، ج4، ص 40

Jump up ↑ سورہ بقرہ آیت 229۔

Jump up ↑ اللوامع الالھیہ، ص332- 333

Jump up ↑ الشافی، ج3، ص 141

Jump up ↑ شرح المواقف، ج8، ص 351

Jump up ↑ المغنی، ج20، ص 194

Jump up ↑ مفاتیح الغیب، ج4، ص 42

Jump up ↑ شرح العقائد النسفیہ، ص 113

Jump up ↑ شیخ طوسی، تفسیر التبیان، ج1، ص 449۔

Jump up ↑ سید مرتضی علم الہدی، الشافی، ج3، ص 139

Jump up ↑ مجمع البیان، ج1، ص 202

Jump up ↑ قرینہ: وہ علامت اور نشانہ جو دلیل ہو کسی چیز کو سمجھنے کی

Jump up ↑ قرینۂ قطعیہ: وہ علامت ہے جو قوی ہو اور اطمینان کا سبب بنے (قانون شہادت وامارات (ایران) منظور شدہ 1308ہجری شمسی)۔

Jump up ↑ تفسیر المیزان، ج1، ص 274

مآخذ

قرآن کریم

البرهان فی تفسیر القرآن، بحرانی، سید ھاشم، دار الکتب العلمیہ، قم، 1393 ہجری۔

التبیان فی تفسیر القرآن، طوسی، محمد بن حسن، مکتب الاعلام الاسلامی، قم، 1409 ہجری۔

تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر، اسماعیل بن عمرو بن کثیر دمشقی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1419 ہجری۔

.التفسیر الکبیر، رازی، فخر الدین، دار احیاء التراث العربی، بیروت

.تفسیر طبری، طبری محمد بن جریر، ضبط و تعلیق: محمود شاکر، دار احیاء التراث العربی، بیروت

جامع البیان فی تفسیر القرآن، طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، دار المعرفۃ، بیروت، 1412 ہجری۔

الجامع لأحکام القرآن (تفسیر قرطبی، قرطبیّ، محمد بن احمد، تحقیق عبد الرزاق المھدی، دار الکتاب العربی، بیروت، 1423 ہجری۔

.الرسائل العشر، طوسی، محمد بن حسن، مؤسسۃ النشر الاسلامی، قم، بی تا

الشافی فی الامامۃ، سید مرتضی، علی بن حسین، مؤسسۃ الصادق، تھران، 1407 ہجری۔

شرح العقاید النسفیہ، تفتازانی، سعد الدین، مطبعہ مولوی، محمد عارف، 1364 ہجری شمسی۔

شرح المقاصد، تفتازانی، سعد الدین، منشورات الشریف الرضی، قم، 1409 ہجری۔

شرح المواقف، جرجانی، میر سید شریف، منشورات الشریف الرضی، قم، 1412ق

اللوامع الالھیہ، الفاضل المقداد، جمال الدین مقداد بن عبد اللہ، مکتبۃ المرعشی، قم، 1405 ہجری۔

مجمع البیان، طبرسی، فضل بن حسن، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1379 ہجری شمسی۔

المغنی فی ابواب التوحید والعدل، همدانی، عبد الجبار، تحقیق الدکتور محمود محمد قاسم، دار الکتب، بیروت، 1382 ہجری۔

. منشور جاوید، سبحانی، جعفر، انتشارات توحید، قم

المیزان، طباطبایی، محمد حسین، مؤسسۃ الأعلمی، بیروت، 1393 ہجری۔

النهایۃ فی غریب والاثر، ابن الأثیر، مبارک بن محمد، مؤسسہ اسماعیلیان، قم، 1361 ہجری شمسی۔

بیرونی ربط